عروج وزوال امّت، قرآن مجید کی روشنی میں

سید حسنین عباس گردیزی

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اس میں بہت سارے موضوعات پر گفتگو اور بحث کی گئی ہے. ان موضوعات میں سے ایک اہم موضوع گذشتہ اقوام اور معاشروں کے حالات ہیں قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ گذشتہ معاشروں اور قوموں کی داستان اور واقعات پر مشتمل ہے. اس موضوع پر قرآن نے واقعات اور سرگذشتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اقوام کی ترقی اور زوال کے اصول و قوانین بھی بیان کیے ہیں جو اپنے اندر آئندہ اقوام اور معاشروں کے لیے ہدایت کا عنصر لیے ہوئے ہیں. قرآن حکیم نے ان اصول و قوانین کے لیے "سنت" یا "سنن" کی تعبیر استعمال کی ہے.

"سنن" سنت کی جمع ہے. لغت میں اس کا معنی روش، طریقہ، اسلوب، طبیعت اور شریعت بیان کیا گیا ہے. مفسرین نے بھی لغوی معنی سے ہم آہنگ معنی مراد لیے ہیں علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں سنت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

السنن جمع سنّة وهی الطریقة المسلو که فی المجتمع

سنن، سنت کی جمع ہے اور اس سے مراد معاشرے کا وہ طریقہ کار ہے جس پر وہ چلتا ہے۔

ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں :

والسُنّةُ هی الطّریقةُ والسیرة(١)

یعنی سنت معمول اور رائج طریقے کو کہتے ہیں.

قرآن مجید میں دس سورتوں کی گیارہ آیات میں سولہ (١٦) مرتبہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے. اور اس سے مراد انسان اور انسانی معاشرے کے متعلق خالق کائنات کی تبدیل نہ ہونے والی دائمی روش اور طریقہ کار ہے. ارشاد خداوندی ہے:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (۲)

تم سے پہلے کچھ سنتیں گزر چکی ہیں اب تم زمین میں گھوم پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا

قرآن مجید ان سنتوں میں تغییر و تبدیل کے امکان کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۳)

اور اگر یہ کفار تم سے جنگ کرتے تو یقیناً منہ پھیر کر بھاگ جاتے اور پھر انہیں کوئی سرپرست اور مددگار نصیب نہ ہوتا یہ اللہ کی ایک سنت ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے اور تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے.

قرآن مجید میں ان سنن کی ایک خاصیت ان کا عمومی اور بین الاقوامی ہونا بیان ہوئی ہے :.

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۴)

یہ خدائی سنت ان لوگوں کے بارے میں رہ چکی ہے جو گذر چکے ہیں اور تم الٰہی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے.

اسی آیت سے ان اصول و قوانین (سنن) کا دائمی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے. ان اصول و قوانین کی نسبت قرآن ذات باری تعالیٰ کی طرف دیتا ہے. اس رو سے انہیں سنن الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے.

امت کے لیے حیات اور موت کا تصور

قرآن کی نظر میں ایک فرد کی طرح ہر امت اور معاشرے کی زندگی کے مختلف مراحل ہیں، ہر ایک کا انجام مشخص و معین ہے، دوران اور مدت معلوم ہے، اس کا دوام اور بقاء بھی معلوم ہے اور اس کے کردار اور خصوصی نامہ اعمال کا بھی ایک معیار ہے. ان مراحل کے گزرنے کے بعد آخر کار اس کی بساط زندگی لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ قصہ پارینہ بن جاتا ہے.

قرآن مجید متعدد آیات میں قوموں کی حیات اور موت کا ذکر کرتا ہے. قرآن اس سنّت الٰہی کو بیان کرتا ہے کہ ہر امت اور ملت کے لئے ایک خاص پروگرام ہے جس میں اس کا مطلوب یا نا مطلوب کردار، اس کی زندگی کی مدت اور موت کا وقت، اسی طرح اس کے زوال کے اسباب مندرج ہیں. جس کا علم پروردگار عالم کے پاس ہے.

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (۵)

ہر قوم کے لیے ایک مدت معین ہے جب بھی ان کی مدت ختم ہو جائے گی تو اس سے وہ لوگ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے.

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَعْلُومٌ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ (۶)

اور ہم نے کسی بستی والوں کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لیے ایک میعاد مقرر کر دی تھی کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے.

وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَاباً شَدِيداً كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوراً (۷)

اور کوئی نافرمان آبادی ایسی نہیں ہے جسے ہم قیامت سے پہلے برباد نہ کر دیں یا اس پر شدید عذاب نہ نازل کر دیں کہ یہ بات کتاب میں لکھ دی گئی ہے.

امتوں کا عروج وزوال :.

اقوام عالم اور انسانی معاشروں سے متعلق دوسری خصوصیات جسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے وہ ان کا عروج و زوال ہے ہر قوم اور امت کے لیے ایک عروج ہے اور پھر اسے زوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے. اس سنت الٰہی کو یوں پیش کیا گیا ہے :.

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ. (۸)

تم سے پہلے روشیں گزر چکی ہیں اب تم زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا. یہ عام انسانوں کے لیے بیان حقائق ہے اور صاحبان تقویٰ کیلیے ہدایت ونصحیت ہے آگاہ رہو تم سستی اختیار نہ کرنا، مصائب پر محزون نہ ہونا اگر تم صاحب ایمان ہو تو سر بلندی تمہارے ہی لیے ہے. اگر تمہیں کوئی

تکلیف چھو رہی ہے تو قوم کو بھی اس سے پہلے ایسی ہی تکلیف پہنچ چکی ہے اور ہم تو زمانے کو لوگوں کے درمیان الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں تاکہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہداء قرار دے اور وہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا ہے. اور خدا صاحبان ایمان کو چھانٹ کر الگ کر دینا چاہتا ہے اور کافروں کو مٹا دینا چاہتا ہے.

اسی طرح سورۃ یونس کی آیت نمبر ۱۳ اور آیت نمبر ۱۴ اور سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۴ میں اسی مطلب کو واضح کیا گیا ہے.

عروج وزوال کے عوامل

قرآن مجید امتوں کی عزت و سربلندی اور ذلت و پستی کے حقیقی علل واسباب کو بیان کرتا ہے. قرآن ہماری اس طرف راہنمائی کرتا ہے کہ ان علل واسباب کو تلاش کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ تم آسمانوں اور زمین میں ان کا کھوج لگاؤ، انہیں قدرت اور طبیعت عالم میں تلاش کرو بلکہ انہیں اپنے اندر ڈھونڈو ان کی اپنے درمیان جستجو کرو. تم انہیں اپنے فکر و نظر، عقیدے، اخلاقی اور معاشرتی نظام کی بنیادوں میں تلاش کرنے کی کوشش کرو. تم اپنی ان چیزوں میں غور و فکر کرو.

وہ قومیں جنہوں نے تفکر و تدبر کو بروئے کار لایا، اخوت و برادری اور اتحاد کا دامن تھاما، اپنی اصلاح کے لیے پختہ عزم وارادے سے کوشش کی وہ ترقی کی بلندیوں پر پہنچیں اور جب تلاش و کوشش کی جگہ سستی اور جمود نے لے لی، جب غفلت اور جہالت علم وآگہی کی جاگزین ہوئی پاکیزگی اور تقویٰ کے مقام پر آلودگیاں اور برائیاں آگئیں تفرقہ اور گروہ بندی نے اتحاد واخوت کو پارہ پارہ کر دیا تو اس صورتحال میں فکر و نظر، اعمال اور رویوں میں اس نامطلوب تبدیلی کا نتیجہ شکست وانحطاط کی صورت میں نکلا.

قرآن ایک کلی قانون اور اصول بیان کرتا ہے جو اقوام عالم اور انسانی معاشرے کے متعلق اسلام کی نظر اور رائے کو واضح کرتا ہے.

قرآن فرماتا ہے کہ تمہاری تقدیر ہر عامل سے پہلے خود تمہارے ہاتھوں میں ہے امتوں میں ہر قسم کی ترقی اور زوال، معاشروں کی عظمت وذلت پہلے مرحلے میں خود ان کی طرف لوٹتی ہے. بخت، اقبال، اتفاقات، حادثات، ملکی حالات اور اس طرح کی دیگر چیزیں معاشروں کے عروج وزوال میں ذرا بھی مؤثر نہیں ہیں ان میں کوئی امر بھی امتوں کی ترقی وزوال کی بنیاد نہیں بنتا یہ خود امت اور معاشرہ ہے جو اپنی خوشحالی، خوش بختی اور ترقی و عروج کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے یا وہ اپنی ہلاکت اور تباہی کو دعوت دیتا ہے اور اس کے اسباب مہیا کرتا ہے. یہاں تک کہ لطف الٰہی

94

اور عذاب الٰہی بھی معاشروں اور اقوام کے حالات کو مدنظر رکھے بغیر نہیں ہوتا. یہ معاشروں اور اقوام کے اپنے ارادے اور خواہشات ہیں اور ان کے اندر ہونے والی پسندیدہ و ناپسندیدہ تبدیلیاں ہیں جو انہیں رحمت و لطف الٰہی یا عذاب الٰہی کا مستحق بنادیتی ہیں.

قرآن حکیم مختلف عنوانات اور مختلف مناسبتوں سے اس سنت کو بیان فرماتا ہے کہ معاشرتی تبدیلیاں اور اجتماعی انقلاب، افراد اور معاشروں کی اندرونی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں.

اس دائمی سنت کو متعدد آیات میں موضوع سخن قرار دیا گیا ہے، جنہیں چند ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے.

(ا)۔ انقلاب اپنے اندر سے :.

قرآنی آیات کا ایک حصہ اس حقیقت کی طرف ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ اگر قومیں اور امتیں اپنے حالات کو بدلنا چاہتی ہیں اپنے اندر اجتماعی سطح پر بہتری اور ترقی کی خواہاں ہیں تو انہیں ادھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیے، انہیں بیرونی امداد پر امیدیں وابستہ نہیں کرنا چاہیے ان کی نظریں بیرونی دنیا پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ انہیں تبدیلی کا آغاز اپنے آپ سے کرنا چاہیے اپنی اندرونی حالت کو بدلنا چاہیے کیونکہ ہر قسم کی اجتماعی تبدیلی، اندرونی تبدیلیوں کی مرہون منت ہے.

ارشاد خداوندی ہے :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِہِمْ(۹)

بے شک اللہ کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے.

دوسرے مقام پر قرآن کریم فرعونیوں کے اوج قدرت اور شان و شوکت کے بعد عبرتناک زوال کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :

کَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ کَفَرُوا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاَخَذَہُمُ اللّٰہُ بِذُنُوبِہِمْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّراً نِعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِہِمْ وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۱۰)

(مشرکین کے) اس گروہ کی حالت آل فرعون اور ان سے پہلے والوں کی طرح ہے انہوں نے آیات الہیہ کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب گرفت میں لے لیا کہ اللہ قوی بھی ہے اور سخت عذاب دینے والا بھی، یہ اس لیے کہ خدا کسی قوم کو دی ہوئی نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے تئیں بدل نہ دیں بے شک اللہ سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے.

(۲)۔ عمل اور رد عمل

آیات کی یہ قسم اس واقعیت سے پردہ اٹھاتی ہے کہ ہر امت اور معاشرے کی سعادت یا ہلاکت ان کے شائستہ یا نامناسب عمل و کردار کا نتیجہ ہے اس سعادت اور ہلاکت کی بازگشت قوانین اور سنن الٰہی کی روشنی میں خود انہی کے کردار و عمل کی طرف ہوتی ہے سعادت و خوش بختی اور اسی طرح ذلت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی ان کے اعمال کا رد عمل ہے اور یہ ایک کلی اصول ہے جو تمام معاشروں اور اقوام کے درمیان کار فرما ہے۔ ارشاد الٰہی ہے :۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا. (۱۱)

اگر تم نیک عمل کرو گے تو اپنے لیے اور برا کرو گے تو بھی اپنے لیے۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا (۱۲)

امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں بخش دے لیکن اگر تم نے دوبارہ خرابی کی تو ہم پھر سزا دیں گے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ. (۱۳)

جو کفر کرے گا وہ اپنے کفر کا ذمہ دار ہوگا اور جو نیک عمل کرے گا وہ اپنے لیے راہ ہموار کرے گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا (۱۴)

جو بھی نیک عمل کرے گا وہ اپنے لیے کرے گا اور جو برا کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا!

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ (۱۵)

کہہ دیجئے کہ اے میرے ایماندار بندو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لیے اچھائی ہے۔

(۳)۔ انسانی اعمال کے مقابلے میں عالم طبیعت کا رد عمل :۔

آیات کا یہ حصہ جہاں، عالم طبیعت کے اجزاء و ذرات کے خصوصی شعور و ادراک پر دلالت کرتا ہے وہاں انسان اور عالم طبیعت کے درمیان ایک خاص قسم کے رابطے کی نشاندہی کرتا ہے اور اس ربط کو ایک سنت الٰہی کے طور پر متعارف کراتا ہے : ارشاد پروردگار ہے :

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ

كَذَّبُوا فَاَخَذْنَا هُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ. (۱۶)

اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لیے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کی گرفت میں لے لیا.

وَاَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَآءً غَدَقاً. (۱۷)

اور اگر یہ سب لوگ ہدایت کے راستے پر ہوتے تو ہم انہیں وافر پانی سے سیراب کرتے.

(۴)۔ ہر امت اور معاشرہ اپنے عمل کا گروی ہے :.

اس حقیقت کو قرآن نے "عمل" "کسب اور" "سعی" وغیرہ کے الفاظ سے واضح کیا ہے:

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ. (۱۸)

یہ قوم تھی جو گذر گئی انہیں وہ ملے گا جو انہوں نے کمایا اور تمہیں وہ ملے گا جو تم کماؤ گے.

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِيْنَ بَعْضاً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ. (۱۹)

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو ان کے اعمال کی بنا پر بعض پر مسلط کر دیتے ہیں.

وَاَنْ لَيْسَ لِلاِنْسَانِ اِلاَّ مَاسَعٰى. (۲۰)

اور انسان کے لیے اتنا ہی ہے جتنی اس نے کوشش کی.

(۵)۔ فلاح و نجات، تزکیہ اور تعمیر کردار میں ہے :.

آیات کی پانچویں قسم یہ اصول بیان کرتی ہے کہ ہر فرد اور قوم کی دنیا و آخرت میں فلاح و نجات، اقدار کی پاسداری اور اس کے متضاد امور سے پاکیزگی اور طہارت میں مضمر ہے.

دلوں کی پاکیزگی، نفوس کی طہارت، نظریات و افکار کی پاکیزگی، گفتار و کردار کا طاہر ہونا ہی کامیابی کا ضامن ہے. اسی صورت میں کوئی معاشرہ اور قوم ترقی کی منازل کی جانب بڑھ سکتی ہے، بہتری اور خوشحالی اس کا مقدر بن سکتی ہے اور اسے بقاو دوام حاصل ہو سکتا ہے انبیاالٰہی کا عظیم فریضہ افراد اور معاشرہ کو ہر قسم کی آلودگیوں اور پلیدگیوں سے پاک کرنا اور انہیں طاہر بنانا ہے. اس مطلب کو قرآن مجید نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. (۲۱)

بیشک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنالیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کر دیا۔

اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہلاکت، ذلت و خواری ان کا مقدر ہو گی۔ اس حقیقت کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ظَهَرَ الفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ۔ (۲۲)

لوگوں کے اعمال کے باعث فساد خشکی اور تری ہر جگہ غالب آ گیا تاکہ خدا انہیں ان کے کچھ اعمال کا مزا چکھا دے۔ شاید یہ لوگ راستے پر پلٹ آئیں آپ کہہ دیجئے کہ ذرا زمین میں گھوم پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا، جن کی اکثریت مشرک تھی۔

اُمتوں کے انحطاط اور ترقی کے عوامل:۔

امتوں کا انحطاط اور ترقی پہلے مرحلے پر ان کے خالق کائنات کے ساتھ ارتباط کی کیفیت پر انحصار کرتا ہے۔ اگر کسی امت نے اپنے پروردگار کی صحیح معرفت حاصل کی، فکر و نظر اور عملی لحاظ سے اس پر ایمان لے آئی اور صراط مستقیم کو اپنے لئے منتخب کیا اور تقویٰ کو اپنا شعار بنایا تو ایسی امت یقیناً ترقی کرے گی۔ لیکن اگر معرفت و ایمان اور اخلاص و طہارت کی بجائے اس نے کفر و شرک کی راہ اختیار کی۔ عناد و تعصب کی بنا پر حق کا انکار کیا اور آیات الٰہی کے مقابلے پر سرکشی کی تو زوال و سقوط اس کا مقدر ہو گا۔

قرآن اس حقیقت کی نشاندھی کرتا ہے کہ، وحی کی تکذیب، ہٹ دھرمی اور عناد پر کفر اختیار کرنا، آیات الٰہی کے سامنے متکبرانہ رویہ اپنانا اور ان کے مقابلے میں سرکشی کرنا، حق سے روگردانی، معبود حقیقی اور یکتا کے علاوہ سرپرست اور معبود بنانا، مشرکانہ عقائد رکھنا اور عملی طور پر شرک کرنا، پیغمبروں کی تحریک اور تعلیمات کے سامنے سرکشی اور ان کے خلاف ڈٹ جانا، عصیان، گناہ، برائیوں کا رواج اور ہوا پرستی، امتوں اور معاشروں کے انحطاط کے موجب ہیں۔

اب ان عنوانات کے بارے میں قرآن کی چند آیات بیان کی جاتی ہیں۔

(ا) تکذیب آیات

آیات قرآنی کا ایک حصہ تکذیب آیات، عناد و تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کفر کا راستہ اختیار کرنے کو انحطاط و تنزل کا سبب قرار دیتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ سَاءَ مَثَلًا نِ الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ۔ (۲۳)

یہ اس قوم کی مثال ہے جس نے ہماری آیات کی تکذیب کی، پس آپ ان قصوں کو بیان کریں شاید یہ غور و فکر کرنے لگیں کس قدر بری مثال ہے اس قوم کی جس نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور وہ لوگ اپنے ہی نفس پر ظلم کر رہے تھے۔

سورہ قمر میں بعض امتوں اور ان کے پیغمبروں کے حالات اور امتوں کی طرف سے ان کی تکذیب اور اس کے نتیجے میں ان کے عبرتناک انجام کو بڑی صراحت سے بیان کیا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحاً صَرْصَراً فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ۔ (۲۴)

اور قوم عاد نے جھٹلایا تو ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا رہا، ہم نے ان پر تند و تیز آندھی بھیج دی ایک مسلسل نحوست والے منحوس دن میں۔

(۲) وہ آیات جو قرآن کے سامنے متکبرانہ رویوں کو زوال کا عامل گردانتی ہیں۔

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِيْنَ فَكُلّاً اَخَذْنَا بِذَنْبِهِ....(۲۵)

اور قارون و فرعون و ہامان کو بھی یاد دلاؤ جن کے پاس موسیٰ کھلی ہوئی نشانیاں لیکر آئے تو ان لوگوں نے زمین میں استکبار سے کام لیا حالانکہ وہ ہم سے آگے بڑھ جانے والے نہ تھے۔ پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ میں گرفتار کر لیا۔۔۔۔

(۳) غیر خدا کو اپنا سرپرست اور ولی بنانا:۔

قرآن مجید سورہ عنکبوت میں بعض سرکش اور نافرمان امتوں کے دردناک اور افسوسناک انجام کو بیان کرنے کے بعد ایک خوب صورت اور گویا مثال کے ذریعے ایک کلی اصول بیان کرتا ہے کہ جو امت اور گروہ خدائے واحد کے علاوہ کسی اور کو اپنا ولی اور سرپرست مانے گا درحقیقت اس نے کمزور ترین سہارا ڈھونڈا ہے:۔ ارشاد ہوتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتاً وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔۔۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُونَ۔ (۲۶)

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا اپنے سرپرست بنائے وہ مکڑی کی طرح ہیں جس نے گھر بنایا اور کمزور ترین گھر مکڑی کا ہے کاش وہ جانتے۔۔۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے دیتے ہیں اور ان میں غور و فکر نہیں کرتے مگر علماء۔

(۴) بنیادی ترین عامل "ظلم" ہے

عدل وانصاف کے راستے سے انحراف اور ظلم و ستم کا ارتکاب امتوں کے زوال اور ہلاکت کا بنیادی ترین عامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس حکیمانہ سنت کی تائید گہرے عقلی اور معاشرتی اصولوں کے ساتھ ساتھ تاریخی تجربات اور واقعات بھی کرتے ہیں۔ قرآن کی بہت سی آیات اس حقیقت کو روشن کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (۲۷)

بتحقیق ہم تم سے پہلے کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم کیا، ہلاکت سے دوچار کر چکے ہیں ان کے پاس روشن دلائل کے ساتھ ان کے رسول آئے اور وہ ایمان نہیں لائے ہم اسی طرح مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (۲۸)

ہم نے کتنے شہروں اور آبادیوں کو ان کے ظلم کی بنا پر تباہ و برباد کیا ان کے بعد دوسری قوم کو وہاں آباد کیا۔

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى الْقُرٰى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظَالِمُوْنَ (۲۹)

ہم نے کسی شہر اور آبادی کو نابود نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے باسی ظالم اور ستمگر تھے۔

اسی طرح قرآن مجید کی دیگر متعدد آیات اقوام عالم کے ظلم و ستم اور ان کے عدل وانصاف کو پائمال کرنے کو ان کی ہلاکت اور نابودی کا عامل بتاتی ہیں۔ (۳۰)

(۵) اجتماعی فریضے دعوت حق کا انجام نہ دینا اور اعلیٰ انسانی اقدار کی ترویج نہ کرنا اور ان کے متضاد امور کے خلاف جہاد نہ کرنا

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ اس کے ذریعے سے فرائض الٰہی قائم ہوتے ہیں اور برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے اعلیٰ انسانی اقدار کی ترویج ہوتی ہے اور انسانیت کے خلاف اور معاشروں کی تعمیر و ترقی میں رکاوٹ بننے والے امور کی روک تھام ہوتی ہے۔ قرآن مجید پیغمبر اکرمؐ کی عظمت اور شخصیت کو بتاتے ہوئے فرماتا ہے:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۳۱)

یہ نبی انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے، پاکیزہ چیزیں ان کے لئے حلال قرار دیتا ہے، ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور وہ ان کے کاندھوں سے بوجھ ہلکا کرتا ہے اور ان تمام طوق و زنجیروں سے انہیں رہائی دلاتا ہے جنہوں نے ان کے جسم اور فکر کو جکڑ دیا تھا۔

قرآن بہترین امت کے عنوان سے ایسی امت کا تعارف کراتا ہے جو ہمیشہ اپنی اصلاح وخودسازی کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح وبھلائی کیلئے حق کی دعوت دیتی ہے، اچھائیوں کا حکم دیتی ہے اور غیر انسانی اقدار کو معاشرے میں پھیلنے سے روکتی ہے اور پلیدگیوں اور گناہوں کے خلاف اچھے انداز میں جہاد کرتی ہے :

كُنتُم خَيْرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰهِ ط (۳۲)

تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کو معروف کا حکم دیتی ہو اور منکرات سے منع کرتی ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہو۔

آخر کار حقیقی کامیابی اور فلاح ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو معاشرے میں نماز کو برپا کریں گے لوگوں کے مالی حقوق ادا کریں گے اور معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ کریں گے اور نیکیوں کو رواج دیں گے۔ ارشاد رب العزت ہے :

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنَّا هُم فِي الارضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَامَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الأُمُورِ۔ (۳۳)

وہ لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں جب زمین پر صاحب اقتدار بنایا گیا تو انہوں نے نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی نیکی کا حکم دیا اور بدی سے روکا اور ہر چیز کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہی ہے۔

(۲) تفرقہ اور اختلاف :۔

ایک قوم اور معاشرے کیلئے بُری ترین آفت اختلاف اور تفرقہ ہے۔ قرآن مجید نے اپنی متعدد آیات میں اتحاد اور وحدت کی دعوت دیتے ہوئے اور اختلاف وانتشار کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے ضمناً اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ لڑائی جھگڑا، جدائی اور افتراق معاشرے کے زوال کا سبب ہے۔ اس بلا کی وجہ سے افراد اور امت کی توانائیاں رائیگاں ہوتی ہیں اور ان سے کوئی مثبت فائدہ حاصل نہیں ہوتا : قرآن فرماتا ہے :

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيكُم اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُم فَاَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ اِخْوَاناً وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُم مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُم اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُم تَهْتَدُونَ (۳۴)

سب مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو اللہ نے جو نعمت تمہیں عطا فرمائی ہے اسکی یاد سے غافل نہ ہو جانا، تمہارا حال یہ تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی پس تم اس کے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے اور تم لوگ آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے پس اس نے تمہیں بچالیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

مزید فرماتا ہے:

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْہُ وَلاَ تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُم عَنْ سَبِیلِہِ ذٰلِکُم وَصّٰیکُم بِہٖ لَعَلَّکُم تَتَّقُونَ۔ (۳۵)

اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرے مختلف راستوں پر مت چلو کیونکہ وہ تمہیں اس کے راستے سے جدا کردیں گے یہ وہ بات ہے جسکی خدا تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

واطیعُوْا اللّٰہ ورَسُولَہ' ولاَ تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وتَذْھَب رِیْحُکُمْ (۳۶)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں لڑائی اور جھگڑا نہ کرو تاکہ کمزور اور کم ہمت نہ ہو جاؤ اور تمہاری ہوا نہ اکھڑ جائے۔

حوالہ جات

(۱) تفسیر المیزان، ج ۴، ص ۳۱

(۲) آل عمران، آیۃ ۱۴۳

(۳) الفتح، آیات ۲۲، ۲۳

(۴) الاحزاب، آیۃ ۶۲

(۵) الاعراف، آیۃ ۳۴

(۶) الحجر، آیات ۴، ۵

(۷) بنی اسرائیل، آیۃ ۵۸

(۸) آل عمران، آیات ۱۳۷-۱۴۱

(۹) الرعد، آیۃ ۱۱

(۱۰) الانفال، آیۃ ۵۲، ۵۳

(۱۱) بنی اسرائیل، آیۃ ۷

(۱۲) بنی اسرائیل، آیۃ ۸

(۱۳) الروم، آیۃ ۴۴

(۱۴) حٰم سجدہ، آیۃ ۴۶

(۱۵) الزمر، آیۃ ۱۰

(۱۶) الاعراف، آیۃ ۹۶

(۱۷) الجن، آیۃ ۱۶

(۱۸) البقرہ، آیۃ ۱۳۴، ۱۴۱ اور یونس، آیۃ ۲۳

(۱۹) الانعام، آیۃ ۱۲۹

(۲۰) النجم، آیۃ ۳۹

(۲۱) الشمس، آیۃ ۹، ۱۰، طٰہٰ، ۶۰، النازعات، ۳۷۔۴۰

(۲۲) الروم، آیۃ ۴۱، ۴۲

(۲۳) الاعراف، آیۃ ۱۷۶، ۱۷۷

(۲۴) القمر، آیات ۱۸۔۱۹

(۲۵) العنکبوت، آیات ۳۹، ۴۰

(۲۶) العنکبوت، آیات ۴۱۔۴۳

(۲۷) سورہ یونس آیۃ ۱۳

(۲۸) سورہ انبیاء آیۃ ۱۱

(۲۹) سورہ قصص، آیۃ ۵۹

(۳۰) سورہ حج، آیۃ ۴۵، سورہ ہود، آیۃ ۱۱۷، سورہ کہف، آیۃ ۵۹، سورہ اعراف آیات ۴۔۵

(۳۱) سورہ اعراف، آیۃ ۱۵۷

(۳۲) سورہ آل عمران، آیۃ ۱۱۰

(۳۳) سورہ حج، آیۃ ۴۱

(۳۴) سورہ آل عمران آیۃ ۱۰۳

(۳۵) سورہ انعام آیۃ ۱۵۳

(۳۶) سورہ انفال آیۃ ۴۶

☆ ☆ ☆